ڈاکٹر محمد اختر چیمہ

# شیخ الاسلام زکریاؒ اور فخرالدین عراقیؒ

یہ مقالہ حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے سالانہ عرس مبارک کی تقریبات کے موقع پر سہ روزہ زکریا کانفرنس پاکستان نیشنل سینٹر ملتان میں ڈاکٹر محمد اختر چیمہ لیکچرار فارسی گورنمنٹ کالج جڑانوالہ ضلع لائلپور نے مؤرخہ ۷ رفروری ۱۹۷۶ء کو پڑھا۔

غوث الثقلین، قطب العالمین، بدر المشائخ، امام الاولیاء، سراج السالکین زبدۃ العارفین حضرت شیخ الاسلام والمسلمین بہاؤ الحق والدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور صوفیٔ جمال پرست اور ساقیٔ بادۂ الست، مطلع الانوارِ ربانی و کاشفِ اسرارِ سبحانی، دیوانۂ مجذوب و فرزانۂ محبوب، قطب العاشقین و غوث الموحدین حضرت شیخ الشیوخ فخر الملۃ والدین ابراہیم عراقی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، ساتویں صدی ہجری اور تیرھویں صدی عیسوی کے وہ تابندہ و درخشاں ستارے ہیں کہ جنھوں نے اُس دَور میں چمک کر کفر و الحاد کی تاریکیوں کو نورِ اسلام و عرفان کی برکتوں اور نعمتوں سے منور کر دیا۔ ان کا ظہور اس زمانے میں ہوا جب یک طرف مغلوں اور

تاتاریوں کے پے در پے وحشیانہ حملوں سے مسلمانوں کو تہ تیغ اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے مراکز کو تباہ و برباد کیا جا رہا تھا اور دوسری طرف جمیع غیر مسلم اور اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے وقار کو ملیامیٹ کرنے کا تہیہ کر چکی تھیں مگر خدائے ذوالجلال اور قادرِ مطلق نے مشائخ کرام اور اولیاء عظام کو ان کی بیخ کنی اور اسلام کی سربلندی کے لیے مختلف گروہوں میں منقسم کرکے مختلف مقامات پر فائز کر دیا تھا تاکہ وہ قوتِ ایمانی اور روحانی و معنوی اقدار کے بل بوتے پر ایسے عناصر کا مقابلہ کر سکیں۔

مثال کے طور پر شیخ نجم الدین الطامۃ الکبریٰ (م ۶۱۸ھ) کو ایران کے مشرق کی جانب خوارزم کے مقام پر متعین کیا گیا۔ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی (م ۶۳۲ھ) کو بغداد میں لوگوں کی فیض یابی کے لیے مامور کیا گیا۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (م ۶۳۳ھ) کے سپردِ اجمیر کا علاقہ ہوا۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی طائی اندلسی (م ۶۳۸ھ) نے دمشق میں اپنا مرکز قائم کیا۔ شیخ جلال الدین تبریزی (م ۶۴۲ھ) کو بنگال جیسے وسیع و عریض خطہ کا پیر و مرشد بنایا گیا۔ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ نے تبلیغ دینِ مبین اسلام اور تعلیمِ سلوک و تصوف کے لیے ملتان کو منتخب کیا۔ مولانا جلال محمد مولوی بلخی رومی (م ۶۷۲ھ) اور شیخ صدر الدین محمد قونیویؒ (م ۶۷۳ھ) نے قونیہ میں حوزہ ہای درس قائم کرکے عرفانِ اسلامی کی سربلندی کو پایۂ کمال تک پہنچایا۔

پھر ان روحانی پیشواؤں اور دینی رہنماؤں میں سے ہر ایک کے ساتھ شاگردوں مریدوں اور شیدائیوں کی کثیر تعداد اسلام کی بقا و ترقی اور سالکانِ راہِ طریقت کی ہدایت و تربیت کے لیے منسلک تھی[۱] اس لحاظ سے یہ دور تصوف اسلامی کے انتہائی عروج کا دور تھا۔ شیخ بہاء الدین زکریا کے خاندانِ چشتیہ اجمیر کے ساتھ دوستانہ روابط تھے۔ سید جلال الدین تبریزی، شیخ الاسلام کے پیر بھائی تھے

---

[۱] تاریخ ادبیات در ایران، تالیف دکتر ذبیح اللہ صفا، جلد سوم، قسمت اول طبع ابن سینا تہران صفحہ ۱۶۰/۱۷۱

اور شیخ سہروردی ان کے پیرو مرشدِ حقیقی تھے۔ مولانا حسین بن حسن سبزواری شارحِ مثنوی مولانا رومؒ کی روایت کے مطابق شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ نجم الدین کبریٰ کے بارہ خلیفوں میں سے ایک تھے[۵۱] مگر یہ روایت مؤثق نہیں ہے۔ ادھر شیخ فخرالدین ابراہیم عراقی نے ماسوائے خواجہ معین الدین چشتی اور سید جلال الدین تبریزی کے باقی تمام مشائخ مذکور سے بلاواسطہ یا بالواسطہ اکتسابِ فیض کیا تھا لیکن شیخ الاسلام کے ساتھ ان کا رابطہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ تواریخ اور شعراء و عرفاء کے تذکرے اس چیز کا بین ثبوت پیش کرتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر خود شیخ عراقی کے عارفانہ قصائد اور صوفیانہ مکاتیب اس امر کی واضح ترین دلیل ہیں کہ جن کی اصلیت میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش باقی نہیں ہے۔

حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا کی شخصیت کو متعارف کرانے کے لیے اور تیمّن و تبرک کی خاطر نویں صدی ہجری کے دو کامل عرفاء کے اقوال عیناً نقل کیے جاتے ہیں۔

سید محمد نوربخش مؤسس سلسلۂ نوربخشیہ (م ۸۶۹ھ) نے اپنی کتاب سلسلۃ الذہب میں حضرت غوث الثقلین کی تعریف و توصیف ان الفاظ میں کی ہے:-

بہاء الدین زکریا الملتانی قدس سرہ کان رئیس الاولیاء ببلاد ھند و کان عالما بعلوم الظاھرۃ صاحب الاحوال والمقامات من المکاشفات و المشاھدات مرشدا ینشعب منہ کثیر من الاولیاء لہ فی الارشاد وھدایۃ الناس من الکفر الی الایمان ومن المعصیۃ الی الطاعۃ ومن النفسانیۃ الی الروحانیۃ شان کبیر[۵۲] یعنی حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ہندوستان میں

---

۵۱ جواہر الاسرار، نول کشور لکھنؤ۔ ۱۳۱۲ھ صفحہ ۴۷

۵۲ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار تالیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ دہلی ۱۳۰۹ھ صفحہ ۲۷

نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر علامہ عبدالحی حسنی۔ حیدرآباد دکن ۱۳۶۶ھ مجلد اول صفحہ ۱۵۸

رئیس الاولیاء تھے، علومِ ظاہری کے عالِم اور مکاشفات ومشاہدات کے احوال ومقامات میں کامل تھے، ان سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلے منتسب ہوئے انھوں نے لوگوں کو رشد وہدایت فرمائی اور ان کو کفر سے ایمان کی طرف، معصیت سے طاعت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لائے، اور ان کی شان بڑی بلند تھی۔

مولانا عبدالرحمٰن بن احمد جامی پیشوائے سلسلۂ نقشبندیہ (م ۸۹۸ھ) نفحات الانس من حضرات القدس میں یوں رقمطراز ہیں:۔

[51] "شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی پس از تکمیل علوم ظاہری وباطنی مدت پانزدہ سال بہ درس و افادۂ علوم مشغول بود وہر روز ہفتاد تن از علماء وفضلا از حضروی استفادہ می کردند۔"

نہ صرف یہ کہ بعد میں آنے والے اقطاب اور اولیاء نے اپنی عرفانی کتابوں میں شیخ بہاء الحق زکریا کی مذہبی ودینی خدمات کا ذکر کیا اور تصوف اسلامی میں ان کی عظمت واہمیت کا لوہا مانا بلکہ معاصر عرفاء اور صوفیاء نے مختلف ممالک سے آکر ان کی خدمتِ اقدس میں زانوئے تلمذ تہ کیا۔ انھیں اپنا رہبر وپیشوا بنایا۔ ان کے دستِ مبارک سے خرقۂ خلافت زیب تن کیا۔ پھر مختلف مقامات پر نشر واشاعتِ اسلام وعرفان کا فریضہ سرانجام دیا۔ شیخ الاسلام کے چند مشہور و معروف خلفاء وجانشینان کے نام یہ ہیں:۔

۱ـــــ سید عثمان مروندی معروف بہ لال شہباز قلندر (م ۶۷۳ھ) جو ہمیشہ جذبے اور مستی کے عالم میں رہتے تھے۔ انھوں نے سلسلۂ سہروردیہ کو بطرز قلندریہ صوبہ سندھ میں رواج بخشا۔ آج بھی ان کا آستانِ قدس سیون شریف میں مرجع خلائق وعوام ہے۔[52]

---

[51] بہ تصحیح مہدی توحیدی پور طبع تہران ۱۳۳۶ھ ش، صفحہ ۵۰۴

[52] تذکرہ بہاء الدین زکریا۔ مولانا نور احمد خاں فریدی۔ ملتان ۱۹۵۴ء۔ صفحہ ۱۶۷-۱۷۱

۲ — شیخ فخرالدین ابراہیم عراقی ہمدانی (م ۶۸۸ھ) کہ جنھوں نے مکتب سہروردیہ کو سارے جہانِ اسلام میں فروغ و تجلی بخشی اور اس کو علمی و نظری تصوف سے ہم آہنگ کیا۔ ؎۱

۳ — شیخ حسن افغان (م ۶۸۹ھ) (جوکہ شیخ بہاءالحق کے مقبول ترین و محبوب ترین خلیفہ شمار ہوتے ہیں) نے طریقہ سہروردیہ کو افغانستان میں رواج دیا۔ ؎۲

۴۔ سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاری (م ۶۹۰ھ) شیخ الاسلام کے وہ پہلے خلیفہ اور مریدِ خاص ہیں جنھوں نے دین اسلام اور سلسلۂ سہروردیہ کی تبلیغ واشاعت کو اوچ شریف کے علاقہ میں شروع کیا۔ ؎۳

البتہ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ بعض تذکرہ نگار، مؤرخین اور محققین سید امیر حسینی سادات ہروی (م ۷۱۸ھ) پرسندۂ سؤالات گلشن راز شیخ محمود شبستری کو بھی شیخ زکریا کا مرید مستقیم لکھتے ہیں لیکن تاریخی لحاظ سے یہ امر قابلِ اعتبار نظر نہیں آتا۔ اسی طرح ان کے لئے شیخ صدرالدین عارف کا مرید ہونے میں بھی شک لاحق ہے۔ باقوال اصح سید امیر حسینی، شیخ رکن الدین ابوالفتح عالم کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ ؎۴ یہ اشتباہ غالباً ان اشعار سے ہوتی ہے کہ جو امیر حسینی نے اپنی کتاب کنز الرموز میں شیخ بہاءالدین زکریا اور شیخ صدرالدین عارف کی مدح و ستائش میں لکھتے ہیں ؎۵

---

؎۱ مقام شیخ فخرالدین عراقی در تصوفِ اسلامی۔ نگارش دکتر محمد اختر چیمہ۔ پایاں نامہ دکترا۔

؎۲ تذکرہ بہاءالدین زکریا صفحہ ۱۷۱-۱۷۲۔ آبِ کوثر شیخ محمد اکرام۔ طبع ہفتم لاہور ۱۹۶۸ء صفحہ ۲۷۴-۲۷۶۔

؎۳ اخبار الاخیار صفحہ ۶۰۔ تاریخ فرشتہ ملا محمد قاسم ہندوشاہ۔ نول کشور۔ جلد دوم صفحہ ۴۱۲
آبِ کوثر صفحہ ۲۷۶-۲۷۷۔

؎۴ نفحات الانس جامی صفحہ ۶۰۵۔

؎۵ نسخہ خطی کتاب خانہ مرکزی دانش گاہ تہران شمارہ ۲۸۹۰ صفحہ ۵-۶۔

بہرکیف سید امیر حسینی نے خانقاہ زکریا میں تربیت و معرفت حاصل کی اور سلوک و عرفان کے مراحل طے کر کے خراسان میں ارشاد و ہدایت کا سلسلہ قائم کیا۔

اس طریقے سے شیخ الاسلام کے مریدوں نے برعظیم پاکستان و بھارت اور اس سے باہر بھی شمع نور الاسلام و عرفان کو روشن کیا اور سالکانِ طریقت و طالبانِ حقیقت کو سرفراز فرمایا۔ مگر بلا شک و تردید یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ شیخ فخرالدین عراقی ان سب خلفا و جانشینان و مریدانِ شیخ زکریا میں بلند رتبہ اور عالی مقام کے حامل تھے اور دینی و روحانی خدمات میں جو سعادت اُن کو نصیب ہوئی وہ کسی اور کے حصے میں نہ آسکی۔

شیخ فخرالدین ابراہیم بن بزرجمہر بن عبدالغفار جوالقی متخلص و مشتہر بہ عراقی ہمدانی شاعر دلسوزِ فارسی، نثر نگارِ پُرمغز، عارف کامل، عاشق صادق اور قلندر و درویش صفت انسان تھے۔ ان کی ذاتِ گرامی بھی اپنے پیر طریقت کی مانند اسلامیانِ برصغیر پاکستان و ہند، ایران اور جہانِ دیگر کے لیے نامانوس نہیں ہے مگر میں چند معتبر ترین مآخذ کی روشنی میں پہلے ان کی زندگی کے بعض اہم خطوط کو واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ خواص و عوام، تصوفِ اسلامی اور ادبِ ایرانی میں ان کے مقام و اہمیت سے بخوبی آگاہ ہو جائیں اور پھر مراد و مرید کے روابط کو بآسانی درک کر سکیں۔

شیخ فخرالدین عراقی کے شرحِ احوال کے بارے میں اب تک مقدمۂ دیوان اہم ترین مدرک و ماخذ شمار ہوتا ہے جو اس کے حالات و مقامات و کرامات پر مشتمل ہے۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہے[۱] ملا عبدالنبی فخرالزمانی نے تذکرۂ میخانہ میں ان سارے واقعات کو عیناً نقل کیا ہے۔ انگلستان کے مشہور دانشمند اور مستشرق آربری نے

---

[۱] اس مقدمۂ دیوان کو دانش مند ایرانی مرحوم سعید نفیسی نے کلیاتِ عراقی میں ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷ اور ۱۳۳۸ ھ۔ش میں تہران سے متواتر چار دفعہ چھپوا دیا ہے۔

مثنوی عشاق نامہ عراقی کے شروع میں سوانح عمری کے نام سے اس کو شائع کر دیا ہے۔ دوسرے تمام مؤرخوں اور تذکرہ نگاروں نے کم و بیش اختلافات کے ساتھ شیخ عراقی کی شرح زندگی بہت اختصار کے ساتھ بیان کی ہے۔ لیکن اللہ رب العزت کے فضل و کرم، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و برکت اور مشائخ کرام و عرفاء عظام کی نظر عنایت کے طفیل راقم نے اپنے قیام تہران کے دوران کتابخانۂ ملی تہران سے ایک نہایت ہی خوبصورت قلمی نسخہ دریافت کیا جس میں شیخ عراقی کے پانچ دیدہ زیب مکاتیب شامل ہیں۔ یہ نسخہ عراقی کی وفات سے ۲۲ سال بعد یعنی ۷۱۰ھ کا تحریر شدہ ہے۔ ان مکتوبات میں شیخ عراقی نے اپنے خاندانی بزرگوں کا ذکرِ خیر اور بالخصوص شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی خدمت میں پہنچنے کا تذکرہ بڑے دلچسپ پیرائے میں کیا ہے۔ یہ ایسی ذی قیمت اطلاعات ہیں جن کا کسی اور کتاب یا تذکرے میں نام و نشان تک نہیں ملتا۔

شیخ عراقی ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں ہمدان کے مضافات میں قریۂ "کمجان" میں ایک عالم فاضل گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اپنے دیوانِ اشعار میں انھوں نے دو جگہ "کمجان" کا ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ کہتے ہیں ؎

جز عراقی کہ نیست امیدش تا ببیند وصالِ "کمجان" را [۵۱]

دوسری جگہ یوں فرمایا ہے ؎

یا صبا بوی سر زلفِ نگاری آورد یا خود ایں بوی ز خاکِ خوشِ "کمجان" آید [۵۲]

شیخ عراقی کو پانچ سال کی عمر میں مکتب بھیجا گیا۔ نو مہینے میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ نہایت ہی شیریں اور دل آویز آواز میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ ہم مکتب طلباء اور ہمسایگان قراءت سننے کے لیے اکثر اوقات ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ ادھر

---

۵۱ کلیاتِ عراقی، تہران ۱۳۳۸ ھ۔ش صفحہ ۶۷

۵۲ ایضاً صفحہ ۷۸

مرشدِ معنوی عراقی نے بھی سات سال کی عمر میں قرآنِ حکیم کو قرات کی مختلف اقسام کے ساتھ حفظ کرلیا تھا[۵۱] شیخ عراقی آٹھ سال کے ہوئے تو سارے ہمدان میں مشہور ہوگئے۔ جب سترہ برس مکمل کیے تو تمام علوم معقول و منقول پر ان کو دسترس حاصل تھی۔ مدرسۂ ہمدان میں معلمی کے فرائض انجام دینے لگے اور لوگوں نے ان سے اکتسابِ فیض شروع کردیا۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر نہ چل سکا۔

ایک دن اتفاق سے جہانگرد قلندروں کی ایک جماعت نے آپ کے مدرسہ میں داخل ہوکر محفل سماع برپا کردی اور دلکش وشیریں آواز سے اشعار پڑھ کر ترکِ دنیا اور زہد و ریاضت کا پرچار کرنے لگے۔ ان کے ساتھ ایک صاحبِ جمال اور خوبرو و نوجوان لڑکا بھی تھا۔ عراقی اس کو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ وشیدا ہوگیا۔ دستار وجبہ اتارکر دور پھینکا اور ان قلندروں کے ساتھ ہولیا۔ انھوں نے بہت سمجھایا مگر آتشِ عشق جو عراقی کے سینے میں سلگ چکی تھی وہ کہاں ٹھنڈی ہونے والی تھی۔ عراقی نے بعینہ قلندروں کا سا رُوپ دھار لیا۔ ان کے ہمراہ ہندوستان کی راہ لی۔ بالآخر ملتان تک آپہنچے۔ خانقاہ زکریا میں داخل ہوئے تو شیخ الاسلام نے عراقی کو گوہرِ آبدار پاکر اپنے پاس رہ جانے کی فرمائش کی مگر عراقی اس قلندر بچے کے عشق میں بُری طرح گرفتار ہوچکا تھا اس لیے ان کا ساتھ چھوڑنے کے لیے کسی قیمت پر بھی آمادہ نہ تھا۔ قلندروں کے ساتھ دہلی کا رخ کیا۔ پھرتے پھراتے سومنات تک جاپہنچے۔ پھر طوفانِ باد و باراں میں سب ہم سفر ایک دوسرے سے جُدا ہوگئے۔ صرف ایک درویش عراقی کے ساتھ تھا۔ عراقی نے اسے ملتان چلنے کے لیے کہا مگر وہ "زندیق" دہلی کا ہی ہوکر رہ گیا اور اس "صدیق" کو شیخ زکریا

---

۵۱ شرح احوال وآثار شیخ زکریا وتصحیح خلاصۃ العارفین، نگارش دکتر شمیم نامر زیدی، پایان نامہ دکتری دانشکدہ ادبیات دانشگاہ تہران صفحہ ۲۴

کی نگاہِ کرم نے ملتان واپس کھینچ لیا۔[1]

البتہ مکتوب عراقی کہ جو اس نے شہر توقات سے ۶۷۱ھ میں برادرِ عزیز قاضی احمد کے نام تحریر کیا تھا کی عبارت کے مطابق وہ بنحوِ دیگر شیخ زکریا کی خدمت میں پہنچتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے :۔

اما حکایتِ حالِ این غریب چو از بغداد رخت بربست بعد از شدتِ بسیار بخدمت عم بزرگوار شرف الدین عبدالسلم خصّہ اللہ بالسّلام شُد۔ چوں او را مشغولِ منصب وجاہ و مستغرقِ درس وافادت یافت ودر آں وقت دل این شکستہ اندک مایہ ذوق حریت چشیدہ بودہ ولذتِ فراغت یافتہ سر غوغا نداشت قریب بیست روز بیش آنجا مقام نکرد، قصد شام کرد باز از آنجا بجانب عراق آمد وعلیٰ ہٰذا۔ بیت

اندر خم چوگان قضا گوی صفت می خوردم زخم وسُو بسُو می گشتم

نہ در دین قدمی راسخ نہ در دنیا قلمی ناسخ نہ علمی بعمل مقرون نہ عملی باخلاص معجون، در غایتِ بی ذوقی ودشمن کامی در بیابانِ عجز وفروماندگی ونایافت یک دو سال متردد ماندہ بودم تا عنایتِ ازلی این افتادہ را دست گرفت واین گم شدہ را بحضرت والی شیخ ربانی بہاء الحق والدین زکریا قدس اللہ روحہُ العزیز راہ نمود۔ ہفدہ سال در خدمتِ اُو ملازم بودم۔"[2]

اس طریقے سے شیخ عراقی بنا بگفتارِ خویش سترہ سال تک شیخ الاسلام کی خدمت میں ملتان میں مقیم رہے۔ لیکن مقدمۂ دیوان کی روایت کے مطابق انھوں نے

---

[1] کلیاتِ عراقی، مقدمہ دیوان صفحہ ۵۱

[2] مکاتیب ومنشآت عراقی، کتابخانہ ملی تہران صفحہ ۴۵ پ ۴۶

پچیس سال ملتان میں بسر کیے - بہر حال غوث الثقلین نے شیخ عراقی کو "خوش آمدید" کہا اور بہ رسم معمولِ درویشی اس کو چلہ کے لئے بٹھا دیا - لیکن عراقی ابتدا سے عاشق مجذوب تھا اور اس قسم کا تفکر و مجاہدہ ان لوگوں کے لئے ہوتا ہے جو علائق زندگی اور دنیاوی امور سے بہرہ ور ہوں - عراقی تو مدتوں پہلے ان مراحل و منازل کو طے کر چکا تھا مگر چونکہ پیر کا حکم ماننا بھی فرض تھا اس لئے تعمیل کے لئے خلوت خانے میں بیٹھ گیا - جب عراقی دس دن تک متواتر تفکر و مراقبہ اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہا تو گیارھویں دن وہ اپنے جذبات و وارداتِ قلبی اور اسرار و رموزِ باطنی پر قابو نہ پاسکا - اس پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ معروف غزل کہہ ڈالی ؎

نخستین بادہ کاندر جام کردند  زچشم مستِ ساقی وام کردند[۱]

اب چرچا ہو گیا کہ عراقی اپنے چلہ خانے میں بجائے تلاوت قرآن اور مطالعۂ احادیث نبوی کے جو سہروردی بزرگوں کا طریقہ ہے ، شعر پڑھنے میں مشغول رہتا ہے - شیخ زکریا نے یہ سن کر جملہ اصحاب سے فرمایا کہ " شما را منعست و اورا منع نیست " یعنی عراقی کے شعر پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور پوچھا کہ آپ نے عراقی سے کیا سنا ہے - شیخ عمادالدین ملازم خاص زکریا نے ذیل کا مقطع سنایا ب ؎

چو خود کردند راز خویشتن فاش  عراقی را چرا بدنام کردند[۲] ؎

شیخ الاسلام نے فرمایا : "کار او تمام شد" یعنی عراقی نے سلوک کی منازل کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے - شیخ اس وقت بنفس نفیس عراقی کے حجرے کے دروازے پر پہنچا اور اس کو خلوت خانے سے باہر نکال لیا - عراقی نے اس حالت میں ذیل کی غزل کہی ؎

در کوی خرابات کسی را کہ نیاز ست  ہشیاری و مستیش ہمہ عین نماز ست[۳]

شیخ نے وہیں اپنا خرقہ مبارک اتار کر عراقی کو پہنا دیا اور اسی شب اپنی

---

[۱] و [۲] کلیات عراقی صفحہ ۱۹۳

[۳] ایضاً صفحہ ۱۵۴

دختر نیک اختر موسوم بہ نوربی بی کا نکاح مسنونہ بھی اس کے ساتھ کر دیا۔ اُسی عفیفہ کے بطن سے شیخ کبیرالدین پیدا ہوئے جو دمشق میں شیخ عراقی کی وفات پر اس کے قائم مقام بنے۔[۱]

مجمل التواریخ فصیحی کے مطابق شیخ عراقی "بہ دو دختر نیز داماد اوست"[۲] لیکن محمد حامد بن فضل اللہ جمالی دہلوی (م سنہ ۹۴۲ھ) اپنی کتاب سیرالعارفین میں لکھتا ہے کہ جب کبیرالدین کی والدہ وفات پاگئیں تو شیخ زکریا اپنی دوسری دختر عزیزہ سلطان بی بی المعروف بہ فاطمہ بی بی کا نکاح بھی عراقی سے کرنا چاہتے تھے مگر پھر اپنے فرزند ارجمند شیخ صدرالدین عارف کے مشورہ سے اس کام سے باز رہے۔[۳] اس سعادت سے دوبارہ محروم رہنے کی وجہ اغلباً شیخ عراقی کی عاشقانہ اور قلندرانہ طبیعت و فطرت تھی۔

بلاشک و تردید شیخ عراقی نے اپنی زندگی کا ایک نمایاں حصہ ملتان میں بسر کیا کہ کلیاتِ عراقی مطبوعہ تہران میں ملتان کے بارے میں ایک قطعہ بھی ملتا ہے جو غالباً اس شہر کو خیرباد کہنے کے بعد نظم کیا گیا ہے۔ مطلع ملاحظہ کیجیے[۴]

گرچہ بیماری، ای نسیم سحر خبرمن بہ مولتان برسان

مؤلف مقدمۂ دیوان اور بعض دوسرے ایرانی مصنفین کے بموجب جب شیخ الاسلام زکریا کا آخری وقت آپہنچا تو انھوں نے شیخ عراقی کو پاس بلایا، خانقاہ کے حل و عقد اس کے سپرد کیے، اپنا خلیفہ اور جانشین نامزد کیا اور اس جہانِ فانی سے دارِ باقی کو سدھار گئے۔ لیکن اہل خانقاہ اور اصحاب زکریا کو یہ

---

۱۔ کلیات عراقی، مقدمہ دیوان صفحہ ۶۵

۲۔ بہ تصحیح محمود فرخ، بخش دوم، مشہد ۱۳۴۰ ش صفحہ ۳۵۸

۳۔ نسخہ خطی، کتابخانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور شمارہ ۱۷۲۸۔ صفحہ ۱۶

۴۔ کلیات عراقی صفحہ ۱۰۵

شکایت تھی کہ وہ سنتِ سہروردی کی پاسداری نہیں کرتا۔ بیشتر اوقات شعروشاعری میں مستغرق ومنہمک رہتا ہے اور "خلوت او با امردان است" ۵۱ لہٰذا اس کو استحقاقِ خلافت شیخ الاسلام نہیں ہے۔ چنانچہ عراقی نہ تنگ آمدہ ملتان سے عمان کے راستے حرمین شریفین کو روانہ ہوگیا۔ وہاں سے حج بیت اللہ اور زیارت مدینۃ النبی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد قونیہ پہنچا۔ شیخ اکبر ابن عربی کے بزرگ ترین خلیفہ اور شاگرد شیخ صدرالدین قونیوی کی شاگردی کی، مولانا روم کی مجالس سماع میں شرکت کی، توقات میں شیخ خانقاہ بنا، مصر و دمشق میں شیخ الشیوخی کا منصب سنبھالا۔ سرانجام ۶۸۸ ہجری مطابق ۱۲۸۸ عیسوی کو جان بجہان آفریں کے سپرد کردی۔

البتہ بعض کتابیں اور تذکرے جو برصغیر پاکستان وہند میں تحریر کئے گئے ہیں اُن کے شواہد سے خلیفہ اور سجادہ نشین اصلی شیخ صدرالدین عارف فرزندِ شیخ الاسلام زکریا تھے۔ اخبارالاخیار فی اسرار الابرار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے الفاظ ہیں کہ "شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا بعد از پدر بر مسند ارشاد وتربیت نشست و بسیاری از اولیاء در سلکِ ارادت او منسلک گشتند" ۵۲ مولانا نور احمد خاں فریدی تذکرۂ صدرالدین عارف ۵۳ میں وضاحت کرتے ہیں کہ مؤلف تذکرۂ میخانہ اور صاحب بزم صوفیہ نے "خرقۂ خلافت" کو "خرقۂ مطلق" تصور کیا ہے اور شیخ عراقی کو شیخ زکریا کا خلیفۂ مطلق قرار دیا ہے جبکہ شیخ عراقی اپنے مرشد حقیقی کے متعدد خلفا میں سے ایک ہے اور صاحبِ سجادہ نہیں ہے بنابر این ثابت ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام کے خلیفۂ خاص اور گدی نشین صدرالدین عارف ہی تھے۔ جنہوں نے پدر بزرگوار کی مسند پر بیٹھ کر سالکان طریقت اور طالبانِ حقیقت کی ہدایت وتربیت کو جاری وساری رکھا اور تشنگان معرفت کو مسلسل سیراب وفیضیاب کیا۔ مقدمۂ دیوان کی عبارت سے بھی یہ مفہوم لیا جاسکتا ہے۔

۵۱ کلیات عراقی مقدمۂ دیوان صفحہ ۵۲، لطائف اشرفی مؤلفہ مولانا نظام الدین غریب یمنی ہند ۱۸۹۹، جلد ۲ صفحہ ۳۶۵۔ نفحات الانس جامی صفحہ ۶۰۲ میخانہ باہتمام گلچین معانی تہران ۱۳۴۰ش صفحہ ۲۴۳ ۵۲ صفحہ ۶۰
۵۳ مطبوعہ ملتان، ۱۹۵۷ء، جلد ۱، ص ۱۰۲۔ ۱۱۱

وہ اس طرح کہ شیخ عراقی بیشک ایک عاشق پیشہ اور جمال پرست عارف تھے۔ شیخ زکریا کے بعد لوگ برملا ان کو طعنہ زنی کا نشانہ بنانے لگے تھے اور وہ ان کی تاب نہ لاتے ہوئے جلد ہی ملتان کو چھوڑ گئے۔ لہٰذا ناگزیر خانقاہ کا نظم و ضبط اور مریدوں کی تربیت کا سارا سلسلہ شیخ صدرالدین عارف کے سپرد ہو گیا۔

اب یہاں پیر و مرید کے بعض یکساں اوصاف اور یک جہتیٔ افکار کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔ اور یہ امر واضح کیا جاتا ہے کہ شیخ عراقی اپنے مرشدِ روحانی کے ساتھ کن معاملات میں مشابہت و مطابقت رکھتے تھے؟ کس حد تک ان کے علاقمند اور کس درجہ تک ان کے مراتب و مقاماتِ عالیہ کے قائل تھے؟

۱۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے شیخ الاسلام نے سات سال کی عمر میں قرآن حکیم کو انواع قرأت کے ساتھ حفظ کیا تھا۔ مگر شیخ عراقی پانچ سال کی عمر پاکر صرف ۹ ماہ کے عرصے میں حافظِ قرآن بن گئے۔ اور دل سوز و شیریں تلاوت کے ساتھ لوگوں کو مستفیض فرمانے لگے۔

۲۔ شیخ زکریا تحصیلِ علوم کے بعد تعلیم و تدریس میں مشغول ہوئے تو روزانہ بیشتر علما و افاضل ان سے استفادہ کرتے تھے۔ شیخ عراقی بھی عینِ شباب میں علوم عقلی و نقلی اور معارفِ اسلامی میں مہارت حاصل کر کے معلمی کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔

۳۔ شیخ الاسلام نے اپنی روحانی تسکین کے لیے سیر و سیاحت کے سلسلے کا آغاز کیا، عارفان و بزرگانِ زمانہ سے ملے۔ حج بیت اللہ کا فریضہ انجام دیا۔ واپسی پر بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی کی بارگاہ میں شرف یاب ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کر کے برصغیر میں اسلام و عرفان کی شمع کو فروزاں کیا۔ شیخ عراقی نے ابتدائی چند سال اپنے آبائی وطن ہمدان میں بسر کر کے بقیہ ساری زندگی گردشِ دوراں کی نذر کر دی۔ دم آخر تک کسی ایک مقام پر ٹھکانہ نہ لگایا۔ اس زمانے کے اہم ترین اسلامی مراکز میں زندگی کے کچھ ایام علومِ عرفانی سیکھنے اور کچھ سکھانے میں گزار دیئے۔ اپنے علمی

اور معنوی کمالات کو انتہا تک پہنچایا۔ یہاں تک کہ عمان، مصر اور دمشق میں شیخ الشیوخی کے منصب پر فائز ہوئے مگر چونکہ ان کی درویشانہ طبیعت ایسے اعزاز واکرام کو گوارا نہ کرتی تھی جلد ہی ملول ہو کر دوسری جگہ ہجرت کر جاتے۔

۴ــــ شیخ بہاء الدین نے سترہ دن میں خرقۂ خلافت حاصل کیا جب کہ شیخ فخر الدین نے صرف دس دن میں اس سعادتِ عظمیٰ کو دستگیر کر لیا۔ بروایت فوائد الفوادؔ[۱] شیخ شہاب الدین سہروردی کے دوسرے مریدوں نے شیخ بہاء الدین زکریا کو اتنی قلیل مدت میں شیخی اور نعمت ملنے پر صدائے احتجاج بلند کر دی کہ ہندوستانی کو آتے ہی خرقۂ خلافت سے نوازا گیا جب کہ انھیں سالہا سال کی خدمت اور محنت کے باوجود یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ تو شیخ سہروردی نے انھیں یہ کہہ کر اطمینانِ خاطر دلایا کہ آپ گیلی لکڑیاں لائے ہیں جن کو دیر سے آگ لگتی ہے اور وہ خشک لکڑیاں لے کر آیا ہے جن میں فوراً آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ شیخ عراقی کے بارے میں بھی گمان غالب ہے کہ اس کو دس دن میں خرقۂ خلافت ملنے اور شرف دامادی حاصل ہونے پر اس کے پیر بھائی جلتے رہتے تھے مگر شیخ الاسلام کی زندگی میں تو ان کو اس کی مخالفت کی جرأت نہ تھی البتہ شیخ کے وصال کے بعد ان کی یہ آتشِ حسد تیز تر ہو گئی جس کی تاب نہ لا کر عراقی جلد ہی ملتان سے ہجرت کر گیا۔

۵ ــــ شیخ بہاء الدین زکریا کے عشق و استغراق کے متعلق بھی آپ کے مجموعۂ ملفوظات و تقریبات خلاصۃ العارفین میں متعدد بیانات قلمبند ہیں۔ دوسری طرف شیخ عراقی تو اصلاً سوختۂ عشق الٰہی ہے۔ اس کا تصوف میں وُرود اسی جذبے کے تحت ہوا۔ وہ پہلے عشق مجازی میں گرفتار تھا لیکن شیخ الاسلام کی نگاہِ پُر تاثیر اور توجہ باطنی نے اس کے عشقِ مجازی کو یکسر عشقِ حقیقی میں بدل کے رکھ دیا۔ عراقی کے احوال و مقامات کی جستجو میں اُس کے عشق مجازی اور انسانی کی متعدد داستانیں

---

[۱] تالیف امیر حسن دہلوی، طبع اول لاہور ۱۹۶۶ء صفحہ ۷۱

ملتی ہیں۔ دیوان و مثنوی کے تمام اشعار وابیات انھی افکار سے پُر ہیں۔ یگانہ مثنوئ عراقی کا نام بھی عشاق نامہ یا عشق نامہ معروف ہے۔ مشہور ترین نثری تصنیف لمعات کے علاوہ دیگر رسائل و مکاتیب جو راقم الحروف نے زمان حال میں قاہرہ اور تہران کے کتاب خانوں سے قلمی نسخوں کی صورت میں پیدا کیے ہیں، انھی مطالب و معانی اور خیالات و نظریات سے مشحون ہیں۔ حتیٰ کہ شیخ عراقی کی کیا عملی زندگی اور کیا علمی پونجی سب عشق کے جذبہ سے سرشار ہے اور وہ عشق جس پر مجازی چھاپ ہے سراسر حقیقت پر مبنی اور منحصر ہے کہ عراقی نے خود ایک جگہ فرمایا ہے ؎

عشق مشاطہ ایست رنگ آمیز — کہ حقیقت کند بہ رنگ مجاز۵۱

خُدا کی قسم شیخ عراقی کے احوال و مقامات اور آثار و افکار کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تصوفِ اسلامی میں ان کا کیا مقام و مرتبہ ہے اور کیا فضیلت و اہمیت ہے اور انھوں نے کس طرح تصوف و عشقِ الٰہی کو ہم آہنگ کیا ہے۔ وہ ایک طرف شیخ الاسلام زکریا مؤسس سلسلۂ سہروردیہ ملتان سے وابستہ ہیں جو یہاں زیرِ بحث ہے۔ دوسری طرف شیخ صدرالدین محمد بن اسحاق قونیوی خلیفۂ بزرگ و مبلغ اعظم مکتب ابن عربی کے شاگردِ رشید ہیں، ان کے حضور میں شیخ اکبر کی فصوص الحکم اور فتوحاتِ مکیہ پڑھتے ہیں اور پھر ان کے افکار کا خلاصہ رسالۂ لمعات کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ قونیہ میں قیام کے دوران مولانا جلال الدین مولوی سر سلسلۂ مولویہ کے ساتھ مجالسِ سماع میں شریک ہوکر کسبِ فیض کرتے ہیں۔ مثنوی عشاق نامہ میں شیخ نجم الدین کبریٰ بانی سلسلۂ کبرویہ کی شان میں داستانِ عشق لکھتے ہیں ۵۲ اس طرح سے شیخ عراقی ساتویں صدی ہجری کے چار بڑے سلسلہ ہائے طریقت کے ساتھ

---

۵۱ - کلیات عراقی صفحہ ۱۲۵

۵۲ - عشاق نامہ عراقی مع سوانح عمری بتصحیح و ترجمہ آربری بمبئی ۱۹۵۷ء صفحہ ۷۷۔ کلیات عراقی، عشاقنامہ صفحہ ۳۵۸

اپنا رشتہ اور واسطہ جوڑ لیتے ہیں۔

۶۔ــــــ شیخ بہاءالدین اگرچہ پہلے بھی سماع سے رغبت رکھتے تھے لیکن شیخ عراقی کے ساتھ صحبت و ہم نشینی کی وجہ سے سماع کا شوق اُن میں اور بھی بڑھ گیا اور وہ بخلافِ رسمِ معمولِ سہروردیہ شیخ عراقی کو کسی وقت بھی شعر کہنے اور سماع کرنے سے منع نہیں فرماتے تھے۔ شیخ عراقی کس حد تک سماع کے رسیا تھے؟ محتاج بہ توضیح نہیں ہے۔

۷۔ شیخ عراقی کو اپنے مرشدِ طریقت اور شہبازِ حقیقت سے ارادت وعقیدت بیحد و بے حساب تھی جو اُس کی مدح و ستائش میں متعدد قصاید کہہ ڈالے اور اُن میں مراتب و درجاتِ عالیۂ سیرِ معنوی بالوضوح بیان کرد یئے۔ حق تو یہ ہے کہ یہاں پر پورے کے پورے قصائد درج کرکے پیر و مرید کے روحانی تعلقات کی تفسیر بیان کی جائے مگر بوجہِ اختصار صرف اِن ابیات پر ہی اکتفا کی جاتی ہے کہ جن میں شیخ عراقی نے قطب ملتانی اور غوثِ ہمدانی کے اسمِ مبارک کا کوئی نہ کوئی جزو شامل کیا ہے۔ مثلاً ایک قصیدے میں یوں آتا ہے:

راہبرِ اصفیاء ، بیشتر و اولیاء — ہم کنفِ انبیاء ، صاحبِ حق کامیاب
شیخِ شیوخِ جہاں ، قطبِ زمین و زمان — غوثِ ہمہ انس و جان ، معتقِ مالک رقاب
ناشرِ علم الیقین ، کاشفِ عین الیقین — واجدِ حق الیقین ، ہادی مہدی خطاب
مفضلِ فاضل پناہ ، بہاءِ عالَم نواز — مکمل کامل صفات ، عالی عالی جناب
پرسی اگر در جہان کیست امام الامام؟ — نشنوی از آسمان جز زکریا جواب[۱]

دوسرے قصیدے میں شیخ عراقی اپنے رہبر و راہنمائے باطنی کی اس طرح تعریف کرتے ہیں:

قدسیان منزلتِ این چو بہ درنگرند — رتبتِ قطبِ زمان از ہمہ بالا بینند
از مقاماتِ جلالش ہمہ را رشک آید — کہ مقامش ز مقاماتِ خود اعلا بینند

---

۱۔ کلیات عراقی ، ص ۶۸۔۶۹

همه گویند که آیا که تواند بودن | که جهان روشن از آن طلعتِ غرّا بینند
ناگه از لطفِ زمانی سوی ایشان نگرند | همه مدہوش شوند، جانبِ بالا بینند
خاصِ حق، صاحبِ قدوس، بہاء الاسلام | غوثِ دین، رحمتِ عالم زکریا بینند[51]

ایک اور قصیدے میں عراقی نے اپنی انتہائی عاجزی وانکساری اور فروتنی و خاکساری کا اظہار کیا ہے اور شیخ و مرشد کے مقام و مرتبہ کو نہایت ہی نمایاں انداز میں بیان کر کے دکھایا ہے۔ کہتے ہیں:

چون در آید از درِ او، در پایش اندازیم سر | دست زلفِ درازش گاه گاہی ہم زنیم
خاک رو بیم از سر کویش بجاروبِ وفا | ور بماند گردکی، از دیدہ او را نم زنیم
پای چون روح القدس بر دیدۂ صورت نہیم | آتشی از سوزِ دل در سنگرِ آدم زنیم
خرمنِ ہستی بباد بی نیازی در دہیم | دست در فتراک صاحب ہمت اعظم زنیم
شیخ ربانی، بہاء الحق والدین آنکہ ما | بوسہ بر خاک درش چون قدسیان ہر دم زنیم[52]

شیخ الاسلام کی وفات پر شیخ عراقی نے نہایت ہی پُر درد شور انگیز اور عارفانہ معانی سے بھرپور مرثیہ ایک طویل ترکیب بند کی صورت میں لکھا ہے۔ اس میں پیر روشن ضمیر اور قطب بلند نظر کی ذاتِ بابرکات سے جدائی اور محرومی کا نقشہ بڑے جگر سوز انداز میں کھینچا ہے۔ اس میں سے بھی اُس بند کے چند اشعار کہ جس میں غوث الثقلین بہاءُ الدین کا نام مذکور ہے، ملاحظہ کیجیے:

شاہبازِ فضای قدس کجاست؟ | آفتابِ سپہرِ عرفان کو؟
چند اشاراتِ خود صریح کنیم: | غوثِ دیں، قطبِ چرخِ ایمان کو؟
مطلعِ نورِ ذوالجلال کجاست؟ | مشرقِ قدس، فیضِ سبحان کو؟
خاتمِ اولیا، امامِ زمان، | مرشدِ صد ہزار حیران کو؟

---

۵۱۔ " " ، ص ۷۸
۵۲۔ " " ، ص ۸۹

صاحب حق، بہای عالم قدس زکریا، ندیم رحمان کو؟ [۵۱]

آخرمیں غوثِ ملتانی اور عارف ہمدانی، مراد و مرید کے تأثر و تأثیر کے بارے میں ایک بہت ہی اہم روایت کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ درویش جمالی دہلوی نے اپنے تذکرۂ سیر العارفین میں جو انھوں نے مختلف ممالکِ اسلامی کی سیاحت اور اکثر بزرگوں کی زیارت کے بعد تحریر کیا تھا، دو بڑی باتیں ثبت کی ہیں۔

ایک تو یہ کہ شیخ ابن عربی اور شیخ عراقی کے متعلق اُس دَور کے دیارِ شام میں ھٰذا بحر العرب وھٰذا بحر العجم کی مَثل مشہور تھی۔ یہ مَثل عراقی کے بلند مقامات کی واضح اور روشن دلیل ہے۔

دوسرے، جمالی نے رسالۂ لمعاتِ عراقی کے ضمن میں مولانا خاوری، شارحِ لمعات کے حوالے سے ایک ذی قیمت اور اور بامعنی گفتار نقل کی ہے جو عیناً یہاں درج کی جاتی ہے:-

"خاوری کہ شارحِ لمعات است" ادر و شرحِ خود مسطور ساختہ کہ شیخ فخر الدین عراقی لمعات در صحبتِ شیخ صدر الدین قونوی بنشتہ است، چنانچہ خاوریِ مذکور این بیت در شرحِ خود مرقوم نمودہ است۔ بیت:

چو در سبزہ چرد آہوی تاتار نسیمش نافہ مشک آورد بار

فَامّا اگرچہ خاوری بہ آن نسبت بنشتہ ولیکن پیشِ اربابِ نظر و اصحابِ بصر مخفی نیست کہ لمعات یک قطرۂ سحابِ فیض است کہ از دریای معرفتِ حضرتِ شیخ الاسلام بہاء الدین قُدّس سِرُّہٗ روحہ، درکام روحش چکیدہ" [۵۲] (۳۳)

ڈاکٹر یوگ دایان آہوجہ نے بھی درویش جمالی کے اس نظریہ کی تصدیق کی ہے اور کہا ہے کہ شیخ عراقی نے واقعی شیخ زکریا جیسے عالم و عارف نامدار کے سایۂ عاطفت و تربیت میں

---

[۵۱] - " " ، ص ۱۱۶

[۵۲] ص ۱۵